نُطقُ الھِلاَلِ بِأَرُخِ وِلَادِ الحَبِیُبِ وَالوِصَالِ

(حبیب خدا ﷺ کی تاریخ ولادت ووصال پر ہلال کی گواہی)

امام اہلسنّت مجدِّدِ دین و ملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

www.muftiakhtarrazakhan.com

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نُطقُ الھِلاَلِ

بِأَرُخِ وِلَادِ الحَبِیبِ وَالوِصَالِ

(حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ووصال پر ہلال کی گواہی)

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن
www.muftiakhtarrazakhan.com
0092 303 2886671 /makhtarraza1011
Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan

فصلِ اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

مسئلۂ اولیٰ

استقرارِ نطفۂ زکیہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کس ماہ و تاریخ میں ہُوا۔

الجواب:

بعض غرّہٴ[1] رجب کہتے ہیں، رواہ الخطیب عن سیّدنا سھل التستری قدّس سرّہٗ۔[2]

اور بعض دہم محرّم:

اخرج ابو نعیم وابن عساکر عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال حمل برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عاشوراء المحرم وولد یوم الاثنین ثنتی عشرۃ[3] من رمضان

1۔ غرّہ: چاند کی پہلی رات، چاند رات۔

2۔قال سھل بن عبداللہ التستری فیما رواہ الخطیب البغدادی الحافظ لما اراد اللہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی بطن آمنۃ لیلۃ اوّل رجب۔(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد ا، ص ۱۲۴، مطبوعہ بیروت)۔

ترجمہ: حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں، جیسا کہ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رجب کی پہلی رات کو ان کی والدہ ماجدہ آمنہ کے بطنِ مُبارک میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔

3 ۔ مفصل روایت یوں ہے: وروی المسیب بن شریك عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ قال حمل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عاشوراٴ المحرّم وولد یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من رمضان سنۃ ثلاث وعشرین من غزوۃ اصحاب الفیل۔(مختصر تاریخ دمشق، لابن عساکر، جلد ۲، ص ۳۳ مطبوعہ دمشق)

مسیب بن شریک نے شعیب بن شعیب سے روایت کیا انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اقول: فیہ مسیب بن شریك ضعیف جدًا[4]

اور صحیح یہ ہے کہ ماہ حج کی بارہویں تاریخ۔ [5]

ھکذا صححہ فی المدارج کما سیأتی [6]

اس کی مؤیّد[7] ہے حدیث ابن سعد و ابن عساکر کہ زنِ خثعمیہ[8] نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اپنی طرف بُلایا، رمی[9] جمار کا عذر فرمایا۔ بعد رمی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے مقاربت[10] کی اور حملِ اقدس مستقر ہوا[11]۔ پھر خثعمیہ نے دیکھ کر کہا:

کیا ہمبستری کی؟

فرمایا: ہاں۔

کہا: وہ نور کہ میں نے آپ کی پیشانی سے آسمان تک بلند دیکھا تھا نہ رہا۔ آمنہ رضی اللہ عنہما کو مژدہ[12] دیجیے کہ ان کے حمل میں افضل اہلِ زمین ہے۔

قال ابن سعد انا وھب بن جریر ابن حازم ثنا ابی سمعت ابا یزید المدینی قال نبئت ان

وآلہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ اطہر میں عاشورۂ محرم میں جلوہ گر ہوئے اور آپ کی ولادت بارہ رمضان بروز پیر واقعہ فیل کے تیئیس برس بعد ہوئی۔

4۔ ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں مسیب بن شریک راوی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔

5 ۔ اس کی تحقیق مسئلۂ پنجم میں آتی ہے۔ ۱۲ منہ (حاشیہ از مصنّف)

6 ۔ ایسا ہی مدارج النبوت میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔ ملاحظہ ہو، (مدارج النبوۃ جلد ۲، ص ۱۳ مطبوعہ نولکشور)۔

7 ۔ مؤیّد: تائید کرنے والی۔

8 ۔ خثعم قبیلے کی عورت۔

9 ۔ ایامِ حج میں جمرات کو کنکریاں مارنا۔

10۔ نزدیکی، ہم بستری کرنا۔

11۔ قرار پانا۔

12 ۔ بشارت: خوش خبری۔

عبداللہ ابا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی امراۃ من خثعم فرأت النور بین عینیہ نورًا ساطعًا الی السماء فقالت[13] ھل لک فیّ قال نعم حتّٰی ارمی الجمرۃ الحدیث۔

ظاہر ہے کہ رمیِ جمار نہیں ہوتی مگر حج میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ

دن کیا تھا۔

الجواب:

کہا گیا ہے، روز دوشنبہ

ذکرہ الزبیر بن بکار وبہ جزم فی تکملۃ مجمع البحار[14]

---

13 ۔ مفصّل روایت یوں ہے: قال اخبرنا وھب بن جریر بن حازم اخبرنا ابی قال سمعت ابا یزید المدنی قال نبئت ان عبداللہ ابا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی علی امراۃ من خثعم فرات بین عینیہ نورا ساطعا الی السماء فقالت ھل لک فی قال نعم ارمی الجمرۃ فانطلق فرمی الجمرۃ ثم اتی امراتہ اٰمنۃ بنت وھب ثم ذکر یعنی الخثعمیۃ فاتاھا فقالت ھل اتیت امراۃ بعدی قال نعم امراتی امنۃ بنت وھب قالت فلا حاجۃ لی فیک انک مررت وبین عینیک نور ساطع الی السّماء فلما وقعت علیھا ذھب فاخبرھا انھا قد حملت خیر اھل الارض۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۹۷، طبع بیروت)

ترجمہ: ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو یزید المدنی سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والدِ ماجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خثعم قبیلے کی ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ اس عورت نے حضرت عبداللہ کی دو آنکھوں کے درمیان ایک نور دیکھا جو آسمان تک بلند تھا۔ عورت نے آپ سے کہا کیا تو میری طرف رغبت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں مگر میں جمرات کو رمی کرلوں۔ آپ چلے گئے، رمیِ جمار فرمایا۔ اپنی زوجۂ مقدّسہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب سے مباشرت فرمائی۔ پھر آپ کو زنِ خثعمیہ یاد آئی آپ اس کے پاس آئے اس نے کہا، کیا آپ میرے بعد کسی اور عورت کے پاس آئے ہیں، فرمایا ہاں اپنی بیوی آمنہ بنتِ وہب کے پاس۔ وہ کہنے لگی اب مجھے آپ کی حاجت نہیں، پہلے جب تو میرے پاس سے گزرا تھا اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک رہا تھا جس کی چمک آسمان تک تھی، جب تو اپنی بیوی کے پاس آیا وہ نور وہاں منتقل ہو گیا۔ اپنی بیوی کو بتادو کہ تیرے حمل میں افضل اہلِ زمین ہے۔

14۔ اس کو زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے تکملہ مجمع البحار میں اسی کو یقینی بتایا گیا ہے۔ (ص ۱۸۳۔۱۸۲)

اور اصح یہ ہے کہ شب جمعہ تھی۔ اسی لیے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ شبِ جمعہ کو شبِ قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر و برکت و کرامت و سعادت جو اس میں اتری، اس کے ہمسر نہ کبھی اتری نہ قیامت تک اترے۔ وہاں تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا[15] ہے۔ یہاں مولائے ملائکہ و آقائے رُوح کا نزولِ اجلال[16] عظیم الفتوح ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

مدارج النبوّۃ میں ہے:

"استقرارِ نطفۂ زکیہ" در ایامِ حج بر قول اصح در اوسطِ ایامِ تشریق شبِ جمعہ بود و ازیں جہت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ را افاضل تر از لیلۃ القدر داشتہ۔ الخ۔[17] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

مدّتِ حمل شریف کس قدر تھی؟

الجواب:

دہ ۱۰ و نہ ۹ و ہفت ۷ و شش ۶ ماہ۔ سب کچھ کہا گیا اور صحیح نو ۹ مہینے ہیں۔

15۔ اس رات میں فرشتے اور روح (روح الامین یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) اُترتے ہیں۔ (سورۃ القدر، پارہ: ۳۰)

16۔ اس رات میں فرشتوں کے مولیٰ اور روح الامین کے آقا کا مبارک نزولِ عظیم برکات کا باعث ہے۔

17۔ مدارج نبوّت کی مکمل عبارت یوں ہے:

بدانکہ استقرار نطفہ زکیہ مصطفویہ و ابداع ذرہ محمدیہ در صدف بطن آمنہ در ایام حج بر قول اصح در اوسط ایام تشریق شب جمعہ بود۔ ازیں جہت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیلۃ الجمعہ را افاضل تر از لیلۃ القدر داشتہ کہ خیرات و برکات و کرامات و سعادات کہ در جنس ایں شب بر عامیاں و مومناں مفاض و منزل شدہ در ہیچ شبی نشدہ تا روزِ قیامت بلکہ تا ابد و اگر بہمیں جہت شب میلاد را افضل از شب قدر دارند نیز می سزد و قد صرح بہ العلماء رحمھم اللہ۔ (مدارج النبوۃ، جلد ۲، ص ۱۳ مطبوعہ نولکشور)۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ استقرارِ نطفۂ زکیۂ مصطفویہ و ابداع ذرّہ محمدیہ در صدف رحم آمنہ رضی اللہ عنہا قول اصح کے بموجب ایام حج کے درمیانی تشریق کے دنوں میں شبِ جمعہ ہوا۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے، اس لیے کہ اس رات سارے جہاں اور تمام مسلمانوں پر ہر قسم کی خیر و برکت اور کرامت و سعادت جس قدر نازل ہوئی اتنی قیامت تک کسی رات میں نہ ہو گی بلکہ تا ابد کبھی نازل نہ ہوں گی۔ اور اگر اس لحاظ سے میلاد شریف کی رات کو شبِ قدر سے افضل جانیں تو یقیناً یہ رات اس کی مستحق ہے جیسا کہ علمائے اعلام رحمھم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

فی شرح الزرقانی للمواھب اختلف فی مدّۃ الحمل بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیل تسعۃ اشھر کاملۃ وبہ صدر مغلطائی قال فی الغرر وھو الصحیح۔الخ[18] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ رابعہ

ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

الجواب:

بالاتفاق دوشنبہ۔صرح بہ العلّامۃ ابن حجر فی افضل القری[19]

سیدِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیر کے دن کو فرماتے ہیں:

ذاك یوم ولدت فیہ۔میں اسی دن پیدا ہوا۔

رواہ مسلم عن ابی قتادہ[20] رضی اللہ تعالیٰ عنہ،واللہ تعالیٰ اعلم۔

18۔شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ (جلد اول ص ۱۳۶۔مطبوعہ بیروت)۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدتِ حمل میں مختلف قول بیان کیے ہیں بعض نے کہا پورے ۹ ماہ۔
مغلطائی نے اسی کو راجح کہا۔غرر میں بیان کیا گیا کہ یہی صحیح ہے۔

19۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (شرح زرقانی جلد اوّل۔ص ۱۳۲۔بیروت)۔

20۔عن ابی قتادہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سئل عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی۔(صحیح مسلم جلد اوّل۔ص ۳۶۸،قدیمی کتب خانہ،کراچی)۔

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا۔آپ نے فرمایا،اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

مسئلہ خامسہ

کیا مہینہ تھا؟

الجواب:

رجب، صفر، ربیع الآخر، محرّم، رمضان۔ سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قولِ جمہور ربیع الاوّل ہے۔ مدارج میں ہے:

مشہور آنست کہ در ربیع الاوّل بود[21] شرح الہمزیہ میں ہے:

الاصح فی شهر ربیع الاول علی الصحیح۔[22] شرح زرقانی میں ہے:

قال ابن کثیر هو المشهور عند الجمهور۔[23] اسی میں ہے:

وعَلَیْه العمل[24]

علمانے باآنکہ اقوال مذکورہ سے آگاہ تھے محرّم ورمضان ورجب کی نفی فرمائی۔ مواہب میں ہے:

لَمْ یَکُنْ فِی الْمُحَرَّمِ وَلَا فِی رَجَب وَلَا رَمضَان[25]

شرح اُمّ القریٰ میں ہے:

21۔ مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۱۴، مطبوعہ نولکشور (۱۹۱۴ء)۔

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔

22 ۔ ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بارے میں صحیح ترین قول ربیع الاول کے مہینے کا ہے۔

23۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد اوّل ص ۱۳۲۔ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: ابن کثیر نے کہا کہ جمہور علما کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی۔

24 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد اوّل ص ۱۳۲ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: ربیع الاوّل میں ولادت کے قول پر علما کا عمل ہے۔

25۔ مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی جلد اوّل ص ۱۳۲۔ مطبوعہ بیروت۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت نہ محرم میں ہوئی نہ رجب میں اور نہ رمضان میں۔

لم یکن فی الاشہر الحرم او رمضان[26]

یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی وابن جزار نے اسی پر اجماع نقل کیا۔
نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے:

اتفقوا علی انہ ولد یوم الاثنین فی شہر ربیع الاول[27]

اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے کما للزرقانی ثم عزاہ ایضا لابن الجزار۔[28]

پس اس کا انکار اگر ترجیحاتِ علماو اختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر۔[29]

فقیر کہتا ہے، مگر اس تقدیر پر استقرارِ حمل بماہ ذی الحجہ میں[30] صریح اشکال کہ دربارۂ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃً محال اور خود اوپر گزرا کہ مدّتِ حمل شریف نہ (۹) ماہ ہونا اصح الاقوال، تو یہ تینوں تصحیحیں[31] کیونکر مطابق ہوں۔

لکنی اقول وباللہ التوفیق[32]

مہینے زمانۂ جاہلیت میں معین نہ تھے۔ اہلِ عرب ہمیشہ شہر حرم[33] کی تقدیم تاخیر کر لیتے، جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ

26۔ ترجمہ: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت حرم کے مہینوں اور رمضان میں نہ ہوئی۔

27۔ صفۃ الصفوۃ، لابی الفرج ابن الجوزی۔ جلد اوّل ص ۵۲، بیروت۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد ۳ ص ۲۷۵، مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: علماے اعلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول میں پیر کو پیدا ہوئے۔

28۔ صفۃ الصفوۃ، لابی الفرج ابن الجوزی جلد اوّل ص ۵۲، بیروت۔

شرح زرقانی علی المواہب الدنیہ، جلد اوّل ص ۱۳۲، بیروت۔

ترجمہ: جیسا کہ زرقانی میں ہے، انہوں نے اسے ابن جزار کی طرف منسوب کیا ہے۔

29۔ ولادت باسعادت کے بارے میں مختلف اقوال میں سے جمہور علمانے ربیع الاول کو اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی شخص ناواقفیت کی وجہ سے اس کا انکار کرتا ہے تو جاہل مطلق ہے اور اگر علما کے اختیار کے بعد اس کا انکار کرتا ہے تو وہ جاہل مرکب ہے۔ جہل مرکب جہلِ مطلق سے بدتر ہے۔

30۔ ماہ ذی الحجہ سے ربیع الاول تک صرف تین مہینے بنتے ہیں۔ یہ مدّتِ حمل عادۃً ممکن نہیں۔

31۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ زرقانی اور محقق دہلوی قدست اسرارہم کی تصحیحیں مُراد ہیں۔

32۔ اس کے باوجود میں اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی توفیق سے کہتا ہوں اور تصحیح کا صحیح ہونا بیان کرتا ہوں۔

میں دورہ کر جاتا۔

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِــٴُـوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ[34]

یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی رضی اللہ عنہما نے جو ہجرت کے نویں سال حج کیا کہا گیا کہ وہ مہینہ[35] واقع میں ذی قعدہ تھا۔ سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کیا اور ارشاد فرمایا:

---

33 ۔ زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں محرم، رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ چار مہینوں میں جنگ کرنا ممنوع تھا۔ ان کو حرم کے مہینے کہتے تھے۔

34 ۔ سورۂ توبہ: ۳۷

ترجمہ: ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دُوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائیں۔

یاد رہے نسئ لُغت میں وقت کے موخر کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں شہر حرام کی حرمت کا دُوسرے مہینے کی طرف ہٹانا مُراد ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب اشہر حرام کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے تو جب کبھی لڑائی کے زمانے میں یہ حرمت والے مہینے آجاتے تو ان کو بہت شاق گزرتا۔ اس لیے انہوں نے یہ کیا کہ ایک مہینے کی حرمت دُوسرے مہینے کی طرف ہٹانے لگے۔ محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہ حرام بنالیتے اور جب اس سے بھی تحریم ہٹانے کی حاجت سمجھتے تو اس میں بھی جنگ کر لیتے اور ربیع الاوّل کو ماہ حرام قرار دیتے۔ اس طرح تحریم سال کے تمام مہینوں میں گھومتی اور ان کے اس طرزِ عمل سے ماہائے حرام کی تخصیص ہی باقی نہ رہی۔ اسی طرح حج کو مختلف مہینوں میں گھماتے پھرتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ نسئ کے مہینے گئے گزرے ہیں اب مہینوں کے اوقات کی وضع الٰہی کے مطابق حفاظت کی جائے۔ اور کوئی مہینہ اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے۔ اس آیت میں نسئ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور کفر پر کفر کی زیادتی بتایا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں ماہائے حرام میں تحریم قتال کو حلال جاننا اور خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لینا پایا جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: جامع البیان عن تاویل ای القرآن۔ لابی جعفر جریر طبری۔ جلد دہم صفحہ ۱۳۰۔ بیروت۔ حاشیہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی۔

35 ۔ اس پر اعتراض ہے کہ بروز عرفہ صدّیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعلانِ احکام الٰہیہ فرمایا جسے ربّ عزّوجل نے وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ۔ فرمایا، اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا۔ اقول وفیہ نظر بوجوہ فتامل (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ت) ۱۲۔ منہ غفرلہٗ۔ حاشیہ نمبر ۳۵، از حضرت مصنف علام علیہ الرحمۃ المنان۔

ان الزّمان قد استدار کھیئتہٖ یومَ خلق اللہ السّمٰوٰت والارض الحدیث رواہ الشیخان۔[36]

یعنی زمانہ دورہ کرکے اسی حالت پر آگیا جس پر روزِ تخلیقِ زمین و آسمان تھا۔ اسی دن نسیٔ نسیاً منسیاً[37] ہوا اور یہی دورۂ دوازدہ ماہ قیامت تک رہا تو کچھ بعید نہیں کہ اس ذی الحجہ[38] سے ربیع الاول تک نو مہینے ہوں۔ شاید شیخ محقق[39] اسی نکتے کی طرف مشیر[40] ہیں کہ زمانۂ استقرارِ مُبارک کو ایّامِ حج سے تعبیر کیا، نہ ذی الحجہ سے۔ اگرچہ اس وقت کے عرف میں اسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔[41]

اقول: اب مسئلہ ثالثہ و خامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولیٰ کا جواب بارہ ۱۲ جمادی الآخرہ ہوگا۔ مگر جاہلیت کا دورۂ نسیٔ اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی[42] ایک ایک مہینہ ہٹاتے ہوں تو سال استقرارِ حملِ اقدس ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجّہ حجۃ الوداع شریف میں جب عُمرِ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے تریسٹھواں سال تھا ذی الحجہ میں آیا تو ۱۲، ۱۲ کے اسقاط[43] سے جب عمرِ اقدس سے تیسرا سال تھا ذی الحجہ میں ہوا اور دوسرا سال ذی القعدہ اور پہلا سال شوال اور سالِ ولادت شریفہ رمضان اور سالِ استقرارِ حملِ مُبارک شعبان میں۔ لیکن ان نامنتظموں کی کوئی

36۔ ا۔ صحیح بخاری (کتاب التفسیر سورۃ برآۃ، باب قولہ ان عندۃ الشہور)، جلد اوّل ص ۶۵۴، طبع لاہور۔ ب۔ صحیح مسلم۔ کتاب القسامہ جلد ۳۔ ص ۱۳۵ طبع بیروت۔

37۔ بھولا بسرا۔

38۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد ماجد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وصال سے پہلے جو حج کیا اور اسی سال کے ایام تشریق کے وسط میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا والدۂ ماجدہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مقاربت فرمائی، حج کا وہ مہینہ واقع میں ماہ جمادی الآخرہ تھا۔ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ حرمت والے مہینے پیچھے کردیتے تھے۔ اس طرح اس ذی الحجہ سے ربیع الاوّل تک نو ماہ کی مدّت بنتی ہے۔

39۔ شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدّس سرّہ العزیز۔

40۔ اشارہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: مدارج نبوت، جلد دوم ص ۱۳۔

41۔ یہ تبدیلیِ ایّام بسبب نسیٔ کے واقع ہوئی۔

42۔ متواتر، پے درپے۔

43۔ گرانا، کم کرنا۔

بات منتظم[44] نہ تھی۔ جب جیسی چاہتے کرلیتے۔ لٹیرے لوگ جب لوٹ مار چاہتے اور مہینہ ان کے حسابوں اشہر حرم[45] سے ہوتا۔ اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے اس سال یہ مہینہ حلال کردے، وہ حلال کردیتا۔ اور دوسرے[46] سال گنتی پوری کرنے کو حرام ٹھہرادیتا، کما رواہ ابناء جریر والمنذر ومردویہ وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔[47]

تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ:

سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا۔ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں:

دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس۔

سات قول ہیں، مگر اشہر و اکثر وماخوذ و معتبر[48] بارہویں ہے۔ مکۂ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکانِ مولدِ اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کما فی المواھب والمدارج۔[49]

---

44 راست، درست۔

45 ۔ حرمت والے مہینے، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرّم، رجب۔

46 ۔ حسنی پریس بریلی بار دوم کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح موجود ہے۔

شاید سہو کاتب سے ایسا ہوا، درست "دوسرے سال" معلوم ہوتا ہے۔

47 ۔عن ابن عباس (انّما النّسیء زیادۃ فی الکفر) قال فھو المحرم کان یحرم عاما وصفر عاما وزید صفر اٰخر فی الاشھر الحرم وکانوا یحرمون صفر امرۃ ویحلونہ مرۃ فعاب اللہ ذٰلك وکان ھوازن وغطفان وبنو سلیم تفعلہ۔(جامع البیان عن تادیں آی القرآن (معروف بہ تفسیرِ طبری) (ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، جلد دھم ص ۱۳۰۔ بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے آیت انما النسیء زیادۃ فی الکفر کے بارے میں روایت ہے کہ یہ محرم کا مہینہ ہے۔ ایک سال اسے حرمت والا ٹھہرالیتے دوسرے سال صفر کو حرمت والا بنالیتے۔ انہوں نے صفر کو حرمت والے مہینوں میں شمار کرلیا تھا تو کبھی صفر کو حرام کرلیتے اور کبھی اسے حلال بنالیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا ایسا کرنے والے قبائل ہوازن، غطفان اور بنو سلیم تھے۔

48 ۔ ولادت مُبارکہ کے بارے میں بارہ ربیع الاول کا قول اکثر علما کے نزدیک معتبر ہے۔ اسی روایت کو سب سے زیادہ شہرت ہے۔ اسی پر علما کا عمل ہے۔

49 ۔ا۔ مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی۔ جلد اول ص مطبوعہ بیروت۔

اور خاص اس مکانِ جنت نشان[50] میں اسی تاریخ مجلس میلادِ مقدّس ہوتی ہے کما فی المدارج[51]۔

علامہ قسطلانی[52] وفاضل زرقانی[53] فرماتے ہیں:

المشھور انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول محمد بن اسحٰق امام المغازی[54] وغیرہ۔

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے:

ھو المشھور عند الجمھور۔[55]

اسی میں ہے:

ھو الذی عَلَیۡہ العمل۔[56]

ب۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۴۔ مطبوعہ نولکشور۔(۱۹۱۴ء)

50 ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جائے ولادت کا مکان مُبارک۔

اس مکان مبارک میں بارہ ربیع الاول کو ہر سال محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ مکۂ معظمہ اور اطراف واکناف سے آئے ہوئے غلامانِ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں اور خاص الطافِ کریمانہ اور انوارِ ساطعہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ سعودی وہابیوں نے اس مُبارک محفل کو ختم کردیا ہے۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون۔

51 ۔ مدارج نبوت، جلد دوم۔ ص ۱۴۔ مطبوعہ نولکشور۔

52 ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

53 ۔ علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی۔

54 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ (باب ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ) جلد اوّل ص ۱۳۲، مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارہ ربیع الاول بروز پیر ولادت فرمائی۔ امام مغازی محمد بن اسحٰق اور دُوسرے علما کا یہی قول ہے۔

55 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ (باب ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ) جلد اوّل، ص ۱۳۲، مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: جمہور علما کے نزدیک یہی مشہور روایت ہے (کہ ولادت اقدس بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی)

56 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد اوّل ص ۱۳۲، مطبوعہ بیروت۔ ترجمہ: اسی قول پر علما کا عمل ہے۔

شرح الہمزیہ میں ہے:

هو المشهور وعليه العمل۔[57]

اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی۔[58]

وان كان اكثر المحدّثين والمؤرّخين على ثمان خلون وَعَلَيْه اَجْمَع اهل الزيجات واختاره ابن حزم والحميدى وروى عن ابن عباس وجبير بن مطعم رضى الله تعالىٰ عنهم وبالاول صدر مغلطائى واعتمده الذهبى فى تهذيب التهذيب تبعا للمزى فى التهذيب وحكم المشهور بقيل وصحح الدمياطى عشرا خلت۔[59]

اقول: وحاسبنا فوجدنا غرّة المحرم الوسطية عام ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الخميس فكانت غرّة شهر الولادة الكريمة الوسطية يوم الاحد والهلالية يوم الاثنين فكان يوم الاثنين الثامن من الشهر ولذا اجمع عليه اصحاب الزيج وجرد ملاحظة الغرة الوسطية يظهر استحالة سائر الاقوال ما خلا لطرفين والعلم بالحق عند مقلب الملوين۔[60]

---

57 ۔ترجمہ: یہی مشہور ہے اور اسی پر علما کا عمل ہے۔

58 ۔مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۱۴، مطبوعہ نولکشور۔

59 ۔ترجمہ: اور اگرچہ اکثر محدّثین اور مؤرخین کے نزدیک تاریخ ولادت آٹھ ربیع الاول ہے۔ اسی پر اہلِ زیج نے اجماع کیا ہے۔ ابن حزم اور حمیدی نے اسی کو مختار کہا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی روایت کیا ہے۔ مغلطائی نے قولِ اوّل سے آغاز فرمایا اور ذہبی نے تھذیب التھذیب میں مزی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ اور قولِ مشہور کو قیل کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے۔ دمیاطی نے دس ربیع الاول کو صحیح قرار دیا۔

60 ۔(مصنف علّام فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ سالِ ولادت محرّم وسطیہ کی چاند رات جمعرات کا دن تھا۔ پس ماہِ ولادتِ کریمہ کی پہلی تاریخ کو ہفتے کا دن تھا اور درمیانی (صفر) کی پہلی تاریخ پیر کا دن تھا۔ اس ربیع الاول کی آٹھ تاریخ پیر کا دن تھا۔ اسی لیے اصحاب علمِ زیج نے اس پر اجماع کیا ہے۔

یکم محرم	جمعرات
۲۹ محرم	جمعرات

اور شک نہیں کہ تلقی [61] اُمت بالقبول کے لیے شانِ عظیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْفِطْرُ یَوْمَ یَفْطُرُ النَّاسُ وَالْاَضْحٰی یَوْمَ یَضْحَی النَّاسُ۔

عید الفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عید اضحیٰ اس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں۔

رواہ الترمذی عن اُم المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنھا بسند صحیح۔ [62]

اور فرماتے ہیں:

فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون۔

رواہ ابو داؤد والبیھقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح ورواہ الترمذی وحسنہ فزاد فی اولہ الصّوم یوم تصومون والفطر الحدیث وارسلہ الشافعی فی مسندہ والبیھقی فی سننہ عن عطاء فزاد فی اٰخرہ وعرفة یوم تعرفون۔ [63]

۳۰ محرم	جمعہ
یکم صفر	ہفتہ
۲۹ صفر	ہفتہ
۳۰ صفر	اتوار
یکم ربیع الاول	پیر
۸ ربیع الاول	پیر

61 ۔اُمت مسلمہ کے علما کا قبول کرلینا۔

62 ۔ا۔ ترمذی، جلد اوّل، ص ۱۱۷۔ ب۔ جامع صغیر جلد اوّل ص ۱۳۲، مطبوعہ مصر۔ ج۔ سنن کبریٰ، بیہقی جلد ۴ ص ۲۵۲ بیروت۔

ترجمہ: اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

63 ۔ا۔ ترمذی، جلد اوّل ص ۱۱۷۔ ب۔ جامع صغیر جلد اوّل ص ۸۲ مصر۔

ج۔ کنوز الحقائق بحوالہ بیہقی۔ د۔ جامع صغیر بحوالہ ترمذی عن عائشہ جلد اوّل، ص ۱۳۲ مطبوعہ مصر۔

ہ۔ سنن کبریٰ، بیہقی، جلد چہارم ص ۲۵۲ بیروت۔ و۔ سنن کبریٰ، بیہقی، جلد ۵، ص ۱۷۶

تمہاری عید الفطر اُس دن ہے جس دن تم عید الفطر کرو۔ اور تمہاری عید الاضحیٰ اُس دن ہے جس دن کو تم عید الاضحیٰ سمجھو اس کو ابو داؤد اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن قرار دیا اور اس کے شروع میں یہ بڑھایا کہ روزے کا دن وہی ہے جس کو تم سب روزے کا دن قرار دو اور عید الفطر کا دن وہ ہے (حدیث کے آخر تک) امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں اس کو بطور ارسال ذکر فرمایا۔ بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عطاء سے روایت کرتے ہوئے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ یوم عرفہ وہی ہے جو تم سب یومِ عرفہ سمجھو۔ ت)

یعنی مسلمانوں کا روزہ، عید الفطر، عید اضحیٰ، روز عرفہ سب اس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں۔ای وان لم یصادف الواقع ونظیرہ قبلۃ التحری[64]

لاجرم عید میلاد والا بھی کہ میلادِ اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے۔ فالاوفق العمل ما علیہ العمل۔[65]

---

64 ۔ ترجمہ: یعنی اگرچہ یہ واقع کے مطابق نہ ہو، اس کی مثال قبلہ تحری ہے۔

نوٹ: اس حدیث کی وضاحت میں حاشیہ ابو داؤد میں ہے:

قال الخطابی معنی الحدیث ان الخطا موضوع عن الناس فیما کان سبیلہ الاجتھاد فلو ان قوما اجتھدوا فلم یروا الھلال الابعد الثلاثین فلم یفطروا حتی ستوفوا العدد ثم ثبت عندھم ان الشھر کان تسعۃ وعشرین فان صومھم وفطرھم ماض ولا عتب علیھم وکذا فی الحج اذا اخطاؤا یوم عرفۃ فانہ لیس عَلَیْھم اعادتہ یجزئھم اضحاھم کذلک وھذا تخفیف من اللہ سُبحانہ ورفق بعبادہ۔ (حاشیہ ابو داؤد ص ۳۲۵ جلد اوّل) (باب اذا اخطاء القوم الھلال)۔

ترجمہ: امام خطابی اس حدیث کے معنی میں فرماتے ہیں کہ جس معاملۂ شرعی میں لوگوں کے پاس اجتہاد ہی کا راستہ ہے اس بارے میں خطا لوگوں کی معاف کر دی گئی ہے۔ پس اگر لوگ کوشش کر کے چاند دیکھیں اور چاند نظر نہ آئے تیس روزے پورے کر کے مسلمان افطار کریں۔ بعد میں معلوم ہو کہ چاند انتیس کا تھا۔ چونکہ ان کا رمضان اور افطار گزر چکا ہے اور یکم شوال (جو لوگوں کے خیال میں تیس رمضان تھی) کا روزہ رکھنے کا گناہ نہیں۔ اسی طرح حج میں جب مُسلمان یومِ عرفہ کے تعیّن کے بارے میں کوشش کے باوجود خطا کر لیں۔ پس یومِ عرفہ کا اعادہ نہیں اور اگلے دن کی قربانی انہیں کفایت کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی طرف سے تخفیف اور بندوں پر مہربانی ہے۔

65 ۔ جس پر مسلمان کریں اسی کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہے۔

یہ ہے ان مسائل میں کلام مجمل اور تفصیل کے لیے دُوسرا محل۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ سادسہ

شمسی تاریخ کیا تھی؟

الجواب

ولادتِ اقدس ہجرت مقدسہ سے ترپن ۵۳ برس پہلے ہے۔

مرفوع ۶۰ سال ۵ نداک مرفوع ۷ سال مرکا = ۵ لح اکہ ۱۸۷۸۱ یوم ہوئے یعنی اُس سال کا محرم وسطی سال ہجرت کے محرم وسطی سے اتنے دن پہلے تھا، سات پر تقسیم کیے سے کچھ نہ بچا اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنجشنبہ ہے تو ان ایام مذکورہ کا پچھلا دن چار شنبہ تھا اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنجشنبہ تھا اور جب اس سال کا مدخل پنجشنبہ ہوا تو اُس ربیع الاول کا مدخل یکشنبہ تو دوشنبہ کو نویں تھی یعنی یکم وسطے وہ ہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی اب مابین التاریخین ہماری تحقیق

میں ا ح لط ہے، ۵ لح ا = نزنہ لح + محرّم وصفر نط + ط ربیع الاوّل = نزناہو

۵۰۰ سال نہ مح مط

ر ر نز

۷۰ سال رور

انہ

مارچ ال

ك

تاریخ مطلوب بستم اپریل ۵۷۱ء معرفت یوم ہماری جداول سے ۵۷۱ - ۳۳۶ = ۲۳۵ ٪ ۲۸ باقی ۱۱ پس جدول

ر میں مقابل ۱۱ دیکھا مدخل ۱۷۵ء پنجشنبہ ہوا اور مدخل اپریل چار شنبہ پس بستم اپریل دو شنبہ۔ وھو المطلوب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصلِ دوم

مسئلہ: ۱۹؍ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وفات شریف حضور پُر نُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تاریخ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

قولِ مشہور و معتمدِ جمہور دوازدہم ربیع الاوّل شریف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی:

قال مات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من ربیع الاول۔[66]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات شریف روزِ دوشنبہ بارھویں تاریخ ربیع الاول مُبارک کو ہوئی۔

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اوّل میں ہے:

الّذی عند ابن اسحق والجمھور انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مات لا ثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول۔[67]

---

66 ۔ طبقات الکبریٰ لابن سعد۔ جلد دوم، ص ۲۷۲، مطبوعہ دار صادر، بیروت۔

67 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ جلد سوم ص ۱۱۰ مطبوعہ بیروت۔

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:

قول الجمھور انه توفی ثانی عشر ربیع الاول۔[68]

"خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم" میں ہے۔

توفی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم الاثنین نصف النھار لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاوّل سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ ضحیٰ فی مثل الوقت الذی دخل فیه المدینۃ۔[69]

اسی میں امام ابو حاتم رازی و امام رزین عبدری و کتاب الوفاء امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشر بقین منه وتوفی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول یوم الاثنین۔[70]

کامل ابن اثیر جزری میں ہے:

کان موته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول[71]

مجمع بحار الانوار میں ہے:

ترجمہ: ابن سعد اور جمہور علما کے نزدیک حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف بارہ ربیع الاول مُبارک کو ہوئی۔

68 ۔ شرح زرقانی علی المواہب۔ جلد ہشتم، ص ۲۸۴، مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: جمہور علما کا قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بارہ ۱۲ ربیع الاول مُبارک کو ہُوا۔

69 ۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس۔ الشیخ حسین بن مُحمد بن حسن الدیار بکری مصری، جلد دوم، ص ۱۶۶۔ مطبوعہ شعبان، بیروت۔

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بروز پیر نصف النہار بارہ ربیع الاول سَن گیارہ ہجری کو اس وقت وصال فرمایا جس طرح چاشت کے وقت (ہجرت کے موقعہ پر) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔

70 ۔ ا۔ ایضاً۔ ب۔ الوفاء۔ جلد اوّل، ص ۳۱۷ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیس صفر کو بیمار ہوئے اور بارہ ۱۲ ربیع الاول مبارک بروز پیر کو وصال فرمایا۔

71 ۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر۔ محمد بن محمد بن عبد الکریم ابن اثیر۔ جلد دوم ص ۳۲۳۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مُبارک پیر بارہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔

وصل بالحق فی نصف نہارہ لاثنی عشر من ربیع الاول وقیل المستحلۃ وقیل للیلتین خلتا منہ الاول اکثر من الاخرین[72]

اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بیت عائشۃ یوم الاثنین قبیل الزوال للیلتی مضتا من ربیع الاوّل وقیل لیلۃ مضت منہ وقیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت منہ وعلیہ الجمھور[73]

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسبِ رویت مکّہ معظّمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی لہٰذا اُن کے حساب سے بارہویں ٹھہری وہی رُواۃ[74] نے اپنے حساب کی بناپر روایت کی اور مشہور و مقبولِ جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام ماورزی و امام عماد الدین ابن کثیر و امام بدرالدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین[75] ہے۔

اس کے سوا دو قول:

ایک یکم ربیع الاول شریف ذکرہ موسیٰ بن عقبۃ واللیث والخوارزمی وابن زبیر۔[76]

دوسرا، دوم ربیع الاول شریف کہ دو رافضیان کذاب ابو مخنف و کلبی کا قول ہے۔[77]

---

72 ۔ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نصف النہار بارہ ربیع الاول کو وصال حق فرمایا، کہا گیا ہے یکم ربیع الاول کو۔ بعض نے کہا کہ ۲ ربیع الاول کو پہلا قول آخری دو قولوں سے زیادہ مشہور ہے۔

73 ۔ترجمہ: حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مبارک اُم المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں زوال سے تھوڑا پہلے دو ربیع الاول کو ہُوا۔ کہا گیا ہے کہ یکم ربیع الاول کو ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ ربیع الاول کو وصال ہوا۔ جمہور علما کا یہی قول ہے۔

74 ۔راوی کی جمع۔ راویوں نے یہی بیان کیا۔

75 ۔السیرۃ النبویہ۔ لابن کثیر، جلد چہارم ص ۵۰۵۔۵۰۶ طبع بیروت۔

76 ۔السیرۃ النبویہ (علیہ السلام) لابن کثیر جلد چہارم، ص ۵۰۷، طبع بیروت۔
حضور اقدس ﷺ کے وصال یکم ربیع الاوّل شریف کا قول موسیٰ بن عقبہ، امام اللیث، امام خوارزمی اور علامہ عروہ بن زبیر کا مختار ہے۔

77 ۔۱۔ السیرۃ النبویہ۔ لابن کثیر۔ جلد چہارم، ص ۵۰۷ طبع بیروت۔

ففی الزرقانی بعد غرو الاول الی من ذکرنا وعند ابی مخنف والکلبی فی ثانیہ۔[78]

یہ دونوں اقوال[79] محض باطل ونا معتبر بلکہ سراسر محال ونا متصوّر ہیں۔

وان میل الی کل نظر الی الحساب لامن حیث ان روایتھما اثبت فی الباب وانما یقضی الحساب علی القولین بالبطلان والذھاب کما ستعرف بعون الملک الوھاب۔[80]

ووقع فی الکامل حکایۃ ثالث حیث قال بعد ما اعتمد قول الجمھور کما نقلنا وقیل مات نصف النھار یوم الاثنین للیلتین بقیتا من ربیع الاول اھ[81]

اقول: وھو وھم وکانہ شبہ علیہ خلتا ببقیتا فان الحفاظ انما یذکرون ھھنا سوی الشھور قولین لا غیر۔[82]

ب۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ جلد ہشتم ص ۳۲۵ طبع مصر۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مُبارک دوم ربیع الاول شریف کا قول دو کذاب رافضیوں ابو مخنف اور کلبی کا ہے۔

78 ۔ شرح زرقانی علی المواہب۔ جلد سوم ص ۱۱۰۔ طبع بیروت۔

ترجمہ: زرقانی میں پہلے قول کو موسیٰ بن عقبہ، امام اللیث، امام خوارزمی اور علّامہ عروہ بن زبیر کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور دوسرے قول کو ابو مخنف اور کلبی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

79 ۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک کے بارے میں یکم ربیع الاول شریف اور دوم ربیع الاوّل شریف کے دونوں قول کسی طور پر درست نہیں۔

80 ۔ ترجمہ: اگرچہ مذکورہ دونوں اقوال کا میلان حساب کی جانب ہے۔ ان اقوال کا بطلان اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی رویت ثابت نہیں۔ حساب دونوں اقوال کا بطلان ثابت کرتا ہے، جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی تائید سے تو حسابی قاعدہ سے معلوم کرے گا۔

81 ۔ الکامل فی التاریخ۔ لابن الاثیر محمد بن محمد بن عبد الکریم۔ جلد دوم، ص ۳۲۳۔ طبع بیروت۔

ترجمہ: کامل فی التاریخ میں ایک تیسرا قول بھی ہے۔ جمہور کے معتمد قول نقل کرنے کے بعد کہا، اور کہا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ربیع الاول گزرنے میں دو راتیں باقی تھیں کہ وصال مبارک ہوا۔

82 ۔ مصنف علّام علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں کہ یہ وہم اور شبہ ہے۔ اسے شبہ یوں ہوا کہ "خلتا" کی بجائے "بقیتا" سمجھ لیا گیا۔ یعنی گزرنے کے بجائے باقی رہ گئیں۔ اس لیے کہ تمام حفّاظ حدیث نے مشہور قول (بارہ ربیع الاول شریف) کے سوا صرف دو قول ذکر کیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی اور

تفصیل مقام و توضیح مرام[83] یہ ہے کہ وفاتِ اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دو شنبہ میں واقع ہوئی اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے۔ جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔[84]

فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ و شرحِ زرقانی میں ہے:

(ثم ان وفاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی یوم الاثنین) کما ثبت فی الصحیح عن انس و رواه ابن سعد باسانیده عن عائشة و علی و سعد و عروة و ابن المسیب و ابن شهاب و غیرهم (من ربیع الاوّل بلا خلاف) کما قال ابن عبد البر (بل کادوا یکون اجماعًا) الخ[85]

ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔

وقد ثبت ذٰلك فی احادیث صحاح لا منازع لها فلا حاجة بنا الی اطالة الکلام بسردها۔[86]

اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹، روز پنج شنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روز دو شنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجّہ،

قول نہیں ہے۔

83 ۔ مقصد کی وضاحت۔

84 ۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

85 ۔ا ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

ب۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ جلد ہشتم ص ۲۸۴ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مُبارک بروز پیر (جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور اسی کو ابن سعد نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت مولیٰ علی، حضرت سعد، حضرت عروہ، حضرت ابن المسیب، حضرت ابن شہاب وغیر ھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا، (ربیع الاول کے مہینے میں بلا اختلاف اقوال) جیسا کہ ابن عبد البر نے فرمایا ہے (بلکہ اس پر علماء کا تقریباً اجماع ہے)۔

86 ۔ ترجمہ: یہ مقصد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان احادیث صحیحہ کو ذکر کرکے ہمیں کلام کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔

محرّم، صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لیے جائیں تو غرّہ ربیع الاول روز چار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں۔ اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجیے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے اور پھر پیر کی آٹھویں، پندرھویں غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔[87]

---

87 ۔ان چار صورتوں کے جداول یوں ہیں:

اگر تینوں ماہ کامل ہوں	اگر تینوں ماہ ناقص ہوں
یکم ذی الحجہ ، جمعرات	یکم ذی الحجہ ، جمعرات
۲۹/ ذی الحجہ ، جمعرات	۲۹/ ذی الحجہ ، جمعرات
۳۰/ ذی الحجہ ، جمعہ	یکم محرّم الحرام، جمعہ
یکم محرّم الحرام، ہفتہ	۲۹/ محرم الحرام، جمعہ
۲۹/ محرّم الحرام، ہفتہ	یکم صفر المظفّر، ہفتہ
۳۰/ محرّم الحرام، اتوار	۲۹/ صفر المظفّر، ہفتہ
یکم صفر المظفّر، پیر	یکم ربیع الاوّل، اتوار
۲۹/ صفر المظفّر، پیر	۲/ ربیع الاول، پیر
۳۰/ صفر المظفّر، منگل	۹/ ربیع الاول، پیر
یکم ربیع الاوّل، بدھ	
۶/ ربیع الاوّل، پیر	

اگر ایک ماہ ناقص اور دو کامل ہوں:

(ا)	(ب)	(ج)
یکم ذی الحجہ ، جمعرات	یکم ذی الحجہ ، جمعرات	یکم ذی الحجہ ، جمعرات
۲۹/ ذی الحجہ ، جمعرات	۲۹/ ذی الحجہ ، جمعرات	۲۹/ ذی الحجہ ، جمعرات
یکم محرّم الحرام، جمعہ	۳۰/ ذی الحجہ ، جمعہ	۳۰/ ذی الحجہ ، جمعہ
۲۹/ محرّم الحرام، جمعہ	یکم محرّم الحرام، ہفتہ	یکم محرّم الحرام، ہفتہ
۳۰/ محرّم الحرام، ہفتہ	۲۹/ محرّم الحرام، ہفتہ	۲۹/ محرّم الحرام، ہفتہ
یکم صفر المظفّر، اتوار	یکم صفر المظفّر، اتوار	۳۰/ محرّم الحرام، اتوار

قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم [88] اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔[89]

فی المواھب بعد ذکر القول المشھور (استشکلہ السھیلی وذٰلک انھم اتفقوا ان ذا الحجۃ کان اولہ یوم الخمیس) للاجماع ان وقفۃ عرفۃ کانت الجمعۃ (فمھما فرضت الشھور الثلثۃ توام او

۲۹؍صفر المظفّر، اتوار	۲۹؍صفر المظفّر، اتوار	یکم صفر المظفّر، پیر
۳۰؍صفر المظفّر، پیر	۳۰؍صفر المظفّر، پیر	۲۹؍صفر المظفّر، پیر
یکم ربیع الاوّل، منگل	یکم ربیع الاوّل، منگل	یکم ربیع الاوّل، منگل
۷؍ربیع الاوّل، پیر	۷؍ربیع الاوّل، پیر	۷؍ربیع الاوّل، پیر
۱۴؍ربیع الاوّل، پیر	۱۴؍ربیع الاوّل، پیر	۱۴؍ربیع الاوّل، پیر

﴿بقیہ اگلے صفحے کے حاشیے پر﴾

﴿پچھلے صفحے کا حاشیہ﴾

اگر ایک ماہ کامل اور دو ناقص ہوں:

(ا)	(ب)	(ج)
یکم ذی الحجہ، جمعرات	یکم ذی الحجہ، جمعرات	یکم ذی الحجہ، جمعرات
۲۹؍ذی الحجہ، جمعرات	۲۹؍ذی الحجہ، جمعرات	۲۹؍ذی الحجہ، جمعرات
یکم محرّم الحرام، جمعہ	یکم محرّم الحرام، جمعہ	۳۰؍ذی الحجہ، جمعہ
۲۹؍محرّم الحرام، جمعہ	۲۹؍محرم الحرام، جمعہ	یکم محرّم الحرام، ہفتہ
یکم صفر المظفّر، ہفتہ	۳۰؍محرّم الحرام، ہفتہ	۲۹؍محرم الحرام، ہفتہ
۲۹؍صفر المظفّر، ہفتہ	یکم صفر المظفّر، اتوار	یکم صفر المظفّر، اتوار
۳۰؍صفر المظفّر، اتوار	۲۹؍صفر المظفّر، اتوار	۲۹؍صفر المظفّر، اتوار
یکم ربیع الاوّل، پیر	یکم ربیع الاوّل، پیر	یکم ربیع الاوّل، پیر
۸؍ربیع الاول، پیر	۸؍ربیع الاوّل، پیر	۸؍ربیع الاوّل، پیر
۱۵؍ربیع الاوّل، پیر	۱۵؍ربیع الاوّل، پیر	۱۵؍ربیع الاوّل، پیر

88 ا۔الروض الانف۔الامام عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الخثعمی (م ۵۸۱ھ)۔جلد ثانی، ص ۳۷۲۔طبع ملتان ۱۹۷۷ء۔
ب۔فتح الباری شرح صحیح بخاری، لامام ابن حجر عسقلانی۔جلد ہشتم، ص ۱۰۶، طبع کوئٹہ۔
89 ا۔شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ۔جلد ہشتم، ص ۳۲۵، طبع مصر۔
ب۔السیرۃ النبوّۃ (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) لابن کثیر۔جلد چہارم ص ۵۰۷ طبع مصر۔

نواقص او بعضها لم یصح) ان الثانی عشر من ربیع الاوّل یوم الاثنین (قال الحافظ ابن حجر وھو ظاھر لمن تاملہ وقد جزم سلیمٰن التیمی احد الثقات بان ابتدا مرضہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یوم السبت الثانی والعشرین من صفر ومات یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاوّل فعلی ھذا یکون الصفر ناقصا ولا یمکن ان یکون اوّل الصفر السبت الا ان یکون ذوالحجّہ والمحرم ناقصین فیلزم منہ نقص ثلٰثۃ اشھر متوالیۃ) وھی غایۃ ما تتوالی قال الحافظ واما من قال مات اوّل یوم من ربیع الاول فیکون اثنان ناقصین و واحد کاملا ولذا رجحہ السھیلی (والمعتمد ما قالہ ابو مخنف)، الاخباری الشیعی قال فی المیزان وغیرہ کذاب تالف متروک وقد وافقہ ابن الکلبی (انہ توفی ثانی ربیع الاوّل وَکان سبب غلط غیرہ انھم قالوا مات فی ثانی شھر ربیع الاول فغیرت فصارت ثانی عشر واستمر الوھم بذلک یتبع بعضھم بعضا من غیر تامل اھ مختصرا مزیدا من الشرح۔ [90]

---

90 ۔شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ جلد ثالث ص ۱۱۰، ۱۱۱، مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ و تفہیم: مواہب لدنیہ میں قول مشہور (بارہ ربیع الاول) کے ذکر کے بعد فرمایا کہ امام سہیلی نے اس پر اشکال کیا ہے وہ اشکال اس طرح ہے کہ وصال مبارک سے قبل ذوالحجہ کی یکم جمعرات تھی اس پر علما کا اتفاق واجماع ہے کہ حجۃ الوداع کا یومِ عرفہ (نو ذوالحجہ) جمعہ کا دن تھا۔ تین مہینے (ذوالحجہ، محرم، صفر) کو جس لحاظ سے بھی شمار کریں تو حساب درست نہیں آیا، خواہ تینوں مہینے کامل، خواہ تینوں مہینے ناقص، خواہ بعض کامل اور بعض ناقص، کسی اعتبار سے بارہ ربیع الاول بروز پیر نہیں آتی۔ (سابقہ صفحات کے حواشی میں جداول سے یہ امر ثابت ہے) حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ادنیٰ تامل سے یہ ثابت ہے۔ سلیمان التیمی (جو ائمہ ثقات سے ہیں) نے اس پر جزم اختیار کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرض وصال کی ابتدا بائیس صفر بروز ہفتہ ہے اور آپ کا وصال مُبارک دو ۲ ربیع الاول بروز پیر ہے۔ اس بنیاد پر ماہ صفر ناقص ہو گا۔ اور یہ اس وقت ممکن نہیں کہ یکم صفر ہفتہ ہو مگر جب کہ ذوالحجہ اور محرم ناقص نہ ہو۔ اس سے متواتر تین ماہ ناقص ہونا لازم آتا ہے۔ متواتر تین ماہ ناقص ہونے کی حد یہی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ جس نے کہا کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مبارک یکم ربیع الاول کو ہوا اس حساب سے درمیانی دو ماہ ناقص ہوں گے اور ایک ماہ کامل۔ اسی لیے امام سہیلی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور معتمد قول (ابن حجر کے نزدیک) وہ ہے جو ابو مخنف نے کہا ابو مخنف شیعہ راوی ہے۔ میزان وغیرہ میں اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جھوٹا، روایات کو اپنی جانب سے گھڑنے والا اور متروک ہے ابو مخنف کے قول کی ایک اور شیعہ راوی ہے۔ میزان وغیرہ میں اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جھوٹا، روایات کو اپنی جانب سے گھڑنے والا اور متروک ہے ابو مخنف کے قول کی ایک اور شیعہ راوی ابن کلبی نے موافقت کی اور کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال دو ربیع الاوّل کو ہوا۔ ابو مخنف اور ابن کلبی کے ماسوا دُوسروں کو یوں غلطی لگی کہ جب کہا گیا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ربیع الاول (ثانی شہر ربیع الاوّل) کو ہوا تو لوگوں کو وہم ہوا کہ بارہ ربیع الاول (ثانی عشر ربیع الاول) ہے۔ (ثانی شہر ربیع الاول کو ثانی عشر ربیع الاول سمجھ لیا گیا) اور اس وہم کی اتباع بغیر تامل کے بعض راویوں نے کی۔ (شرح زرقانی سے بعض مقامات پر اختصار اور بعض پر وضاحت کی گئی ہے)۔

اقول: ویظھر لمن تامن ھٰذا الکلام منشوء اختلاف نظر الامامین فی المیل الی القولین فکانّ السھیلی نظر ان قول ابی مخنف لا یتاتی الا ان تتوالی الاشھر الثلثۃ ذو الحجّہ ومحرّم وصفر نواقص وھٰذا فی غایۃ الندرۃ بخلاف القول الاوّل فان علیہ یکون شھرا کَاملا وشھر ان ناقصین وھٰذا کثیر فترجح ذٰلک فی نظرہ مع انہ اشد ثبوتا بالنسبۃ الی ذٰلک وکَان الحافظ تظر ان علی القول الاوّل لا یبقی للجمھور عذر فی الباب فالمیل الی ما یکون فیہ ابداء عذر لھم کما ذکر من وقوع تصحیف شھر بعشر احسن وامتن۔[91]

مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ ”اثنی عشر خلت“ سے بارہ دن گزرنا مُراد ہے نہ صرف بارہ راتیں۔ اور پُر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے۔ جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں[92]۔ کما علمت[93]۔

اور امام ماورزی و امام ابنِ کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکّہ معظّمہ میں ھلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چار شنبہ کو ہوئی۔ پنجشنبہ کا غرّہ[94] اور جمعہ کا عرفہ[95]۔ مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی۔ تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری، اور تینوں

---

91 ۔ ترجمہ و تفہیم: میں کہتا ہوں، اس کلام میں جو نظر تامل کرتا ہے۔ علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے یکم ربیع الاول اور دوم ربیع الاول کے قول کی طرف عدول کا منشأ اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ سہیلی کا خیال ہے کہ قولِ ابو مخنف اس وقت درست ہوتا ہے جب کہ تینوں ماہ ذی الحجہ، محرّم اور صفر ناقص ہوں اور یہ نہایت نادر ہے۔ بخلاف قول اول کے کہ اس صورت میں ایک ماہ کامل اور دو ماہ ناقص شمار ہوتا ہے اس کا وقوع کثیر ہے۔ اس لیے سہیلی کی نظر میں یہ قول راجح ٹھہرا باوجود اس امر کے کہ اس کا ثبوت نہایت مشکل ہے اور حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ قول اوّل کے اختیار کرنے میں جمہور کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس سے جمہور کا عذر واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں ”ثانی شہر“ ماہ کی دُوسری تاریخ سے ”ثانی عشر“ بارہ کی غلطی لگی۔

92 ۔ تفصیل ملاحظہ ہو: شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ (ا)۔ جلد سوم ص ۱۱۱۔ مطبوعہ بیروت۔

(ب) البدایہ والنہایہ جلد سوم ص ۲۲۵ مطبوعہ قاہرہ۔

93 ۔ جیسا اس سے پہلے تو جان چکا ہے۔

94 ۔ چاند کی پہلی تاریخ۔

95 ۔ نو ذی الحجہ، حج کا دن۔

مہینے ذی الحجہ، محرّم، صفر تیس تیس کے ہوئے تو غرہ ربیع الاوّل پنجشنبہ اور بارہویں دوشنبہ آئی۔[96]

ذکرھا الحافظ فی الفتح۔[97]

اقول: مدینہ طیبہ مکہ معظّمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے اما الثانی فظاھر معروف لکل من حج وزار واما الاول فثابت مثبت کالثانی فی الزیجات والاطالیس من قدیم الاعصار[98]۔ اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رؤیت میں دخل بیّن ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیّرین کم بیش

---

96 ۔امام ماورزی اور امام ابن کثیر کے قول کے مطابق مدینہ طیبہ کے مطلع کے حساب سے جدول:

یکم ذی الحجہ	جمعہ
۲۹ر ذی الحجہ	جمعہ
۳۰ر ذی الحجہ	ہفتہ
یکم محرّم الحرام	اتوار
۲۹ر محرّم الحرام	اتوار
۳۰ر محرّم الحرام	پیر
یکم صفر المظفّر	منگل
۲۹ر صفر المظفّر	منگل
۳۰ر صفر المظفّر	بُدھ
یکم ربیع الاوّل	جمعرات
۸ر ربیع الاوّل	جمعرات
۱۲ر ربیع الاوّل	پیر

97 ۔جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

ا۔فتح الباری شرح بخاری۔

ب۔البدایہ والنہایہ لابن کثیر۔ جلد سوم، ص ۲۲۵ مطبوعہ قاہرہ۔

98 ۔ثانی (مدینۂ منورہ مکۂ معظّمہ سے عرضِ بلدِ شمالی میں ہے)

ہر حج وزیارت کرنے والے کے لیے ظاہر ہے۔ اوّل (مدینۂ طیبہ مکۂ معظّمہ سے طول بلد مغربی میں ہے) بھی زمانہ قدیم سے اطلسوں اور زیجات سے ثابت ہے۔

ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق اس کی بقا میں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعد وزیادت انتصاب مدار و ارتفاع قمر و طول مکث سب معین رؤیت ہیں اور ان کی کمی مخل رویت۔ مگر بَلَدَیْنِ[99] کریمین کے طول وعرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں، اور جو کچھ ہے یعنی طول میں دو درجے اور عرض میں تین درجے۔ وہ ما نحن فیہ[100] میں ہرگز یہ نہ چاہے گا کہ مکۂ معظّمہ میں تو رویت ہو اور مدینۂ طیبہ میں نہ ہو، بلکہ اگر مقتضی ہوگا تو اس کے عکس کا کہ مقام جس قدر غربی تر ہو امکان رویت بیشتر ہوگا کہ دورۂ معدّل میں مواضع غربیہ پر نیرین[101] کا گزر مواضع شرقیہ کے بعد ہوتا ہے اور حرکت قمر توالی بروج پر غرب سے شرق کو ہے تو جب موضع شرقی میں فصل قمرین[102] حد رویت پر ہو غربی میں اور زیادہ ہوگا کہ وہاں تک پہنچنے میں قمر نے قدرے اور حرکت شرق کو کی اور شمس سے اس کا فاصلہ بڑھ گیا۔ یونہی جب عرض مرئی قمر شمالی ہو، جیسا کہ یہاں تھا تو عرض بلد کا شمالی تر ہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہو کر باعث زیادت بعد معدل و طول مکث قمر ہوگا۔ مگر ہے یہ کہ موانع رؤیت حد انضباط[103] سے خارج ہیں۔ تو دفع استحالہ و توجیہ مقالہ[104] کے لیے احتمال کافی اور قواعد پر نظر کیجیے تو واقعی وہ دن مدینۂ طیبہ میں رؤیت عادیہ کا نہ تھا۔

سلخ[105] ذی القعدۃ وسطیہ روز چار شنبہ کو غروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں مؤامرہ رؤیت کے مقدمات یہ تھے۔

نوٹ: یادرہے کہ مدینۂ منورہ کا طول بلد ۷۵ درجہ اور ۲۲ دقیقہ ہے اور عرض بلد ۲۵ درجہ اور ۸ دقیقہ۔ اور مکۂ معظّمہ کا طول وبلد ۷۷ درجہ اور ۱۰ دقیقہ اور عرضِ بلد ۲۱ درجہ ۴۰ دقیقہ (غیاث اللغات)

99 ۔ مکۂ مکرّمہ اور مدینۂ منوّرہ۔

100 ۔ وہ حالت جس میں ہم کلام کررہے ہیں۔

101 ۔ سورج اور چاند۔

102 ۔ سُورج اور چاند کا فاصلہ۔

103 ۔ شمار کرنا۔

104 ۔ محال ہونے کو دُور کرنے اور کلام کی توجیہ کے لیے۔

105 ۔ آخری تاریخ۔

ما ج ے ا	تقویم شمس
ما لح مد	تقویم مرئی قمر
ح حہ ح الب	عرض مرئی قمر شمالی
ط فہ	تعدیل الغروب
ما لح الخ	قمر معدّل
ط حہ سولح	بُعد معدّل
ح حہ لح	بُعد سوا

پُر ظاہر کہ جب بُعد معدل و بُعد سوا دونوں دس درجے سے کم ہیں تو یہ حالت حالت رؤیت نہیں، قریب قریب اسی حالت کے مکۂ معظّمہ میں تھے مگر ازانجا کہ وہ نو درجے، یہ آٹھ درجے سے زائد ہے رؤیت پر حکم استحالہ بھی نہ تھا۔ حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات بے نہایات کے حضور یہ کیا بات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فضل وقفہ جمعہ ملنے کے لیے بحکم الٰہی مکّۂ معظّمہ میں شام چارشنبہ کو رویت واقع ہو گئی اُفُقِ مدینۂ طیبہ میں حسبِ عادتِ معہودہ نہ ہوئی۔ پھر روز رویت ایام حمل، ثور و جوزا خصوصاً ان بلاد گرم سیر میں گرد و غبار ہونا کوئی نا متوقع بات نہیں۔ یہ تحقیق کلام علما ہے۔ مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی۔ پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض فرمایا کہ اہلِ زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ راتیں ہی گزرنا مُراد لیتے ہیں نہ بارہ ۱۲ دن کہ یہ تیرھویں پر صادق ہو، اور اوّل و دوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس دن کے ہو جاتے ہیں۔ فی المواھب عن الفتح ھٰذا الجواب بعید من حیث انہ یلزم منہ توالی اربعۃ اشھر کوامل۔[106]

اقول: اگر ندرت مقصود تو الزام[107] مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی۔ خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اس پر

---

106 ۔ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ۔ جلد سوم ص ۱۱۰۔ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں فتح الباری سے منقول ہے کہ یہ جواب اس لیے بعید ہے کہ اس طرح متواتر چار ماہ تیس تیس کے آتے ہیں۔

107 ۔ اگر یہ مقصود ہو کہ چار ماہ متواتر تیس تیس کے آنا نادر ہے تو پھر اعتراض باقی نہیں رہتا۔

تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں یہ کیا نادر نہیں۔ اگر امتناع مُراد[108] تو ظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے۔ ۳۰ کے چار تک آتے ہیں، ہاں پانچ نہیں ہوتے۔ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی و زیج الغ بیگی میں ہے۔

واللفظ لہ:

"اہلِ شرع ماہہائے ایں تاریخ از رؤیت ہلال گیرند و آں ہرگز از سی روز زیادہ نباشد واز بست ۲۹ دنہ روز کمتر نے وتا چہار ماہ متوالی سی ۳۰ سی ۳۰ آید و زیادہ نے دتا سہ ماہ متوالی بست ۲۹ و نہ بست ۲۹ و نہ آیت و زیادہ نے۔"[109]

ثم اقول وباللہ التوفیق۔[110]

قولِ جمہور سے قولِ مہجور[111] کی طرف عدول نا مقبول ہونے کے لیے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لیے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوالِ مہجورہ دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب توان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب[112] ہے کہ پیر کا دن یقینی تھا اور وہ بارہویں پر منطبق نہیں آتا۔ پہلی دُوسری پر آسکتا ہے۔ مگر حساب ہی شاہد عدل[113] ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دُوسری پیر کی ہونا باطل و محال ہے۔ فقیر اس پر دو حجتِ قاطعہ رکھتا ہے۔

---

108 ۔ اگر یہ مُراد ہو کہ چار ماہ متواتر تیس تیس کے آنا ممنوع ہے تو یہ قول خود فاسد ہے۔

109 ۔ ترجمہ: اہلِ شرع کے نزدیک تاریخ رویت ہلال سے شمار کرتے ہیں۔ اور مہینہ تیس روز سے زیادہ کا نہیں ہوتا اور انیتس ۲۹ روز سے کمتر نہیں ہوتا۔ تیس تیس کے چار ماہ متواتر آتے ہیں۔ زیادہ نہیں ہوسکتے۔ اور انیتس انیتس کے تین ماہ متواتر ہوسکتے ہیں زیادہ نہیں۔

110 ۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔

111 ۔ متروک قول، جس قول کو علمانے چھوڑ دیا ہو۔

112 ۔ حسابی قاعدہ سے دلیل پکڑنا۔

یعنی امام سہیلی اور امام حجر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مُبارک کے بارے میں جمہور کے قول بارہ ربیع الاوّل شریف کو اس لیے ترک کیا کہ حسابی قاعدہ سے یہ درست نہیں آتا۔

113 ۔ عادل گواہ۔

دلیل اول:

غرّہ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیّرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃً واضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدّتِ معتد[114] بہا کے بعد واقع ہوتی ہے تو غرّہ ہلالیہ کبھی غرّہ وسطیہ سے مقدّم نہ آئے گا۔ انما غایتہ التساوی[115] اور اجتماع و رویت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو بُرج طے کر جائے۔ لہٰذا تقدیم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے وبس۔

کل ذٰلك ظاھر علی من له اشتغال بالفن۔[116]

اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ ہجریہ میں ماہِ مُبارک ربیع الاول شریف کا غرّہ وسطیہ روزِ سہ شنبہ تھا۔ تو غرّہ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنّبہ کیونکر متصوّر کہ اگر یہ سہ شنّبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر متقدّم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رویت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں۔ وبعین الدلیل یستحیل ما تقدم عن سلیمٰن التیمی من کون غرّۃ صفر یوم السبت فان غرته الوسطیة یوم الاثنین فکیف یمکن[117] ان تقدمھا الھلالیة بیومین او تتاخر عنھا بخمسة ایّام وبه یظھر استحالة ما اعتمدہ الحافظ بوجه اخر فان مبنا انما کان علی ھذا کما علمت۔

دلیل دوم:

فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ / صفر وسطی ۱۱ھ کے لیے افقِ کریم مدینۂ طیبہ میں نیرین کی تقویات استخراج کیں اور حساب

---

114 ۔ جسے شمار کیا جائے۔ ایسی مدّت جس کو لوگ محسوس کریں اور شمار کریں۔

115 ۔ اس کی غایت برابری ہے۔

116 ۔ جو اس فن (علم زیج) سے مہارت رکھتا ہے اس پر یہ امر ظاہر ہے۔

117 ۔ ترجمہ: اسی دلیل سے سلیمان التیمی کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ یکم صفر (۱۱ھ)، ہفتہ کا دن تھا۔ کیونکہ غرّہ وسطیہ پیر کا دن ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ غرّہ وسطیہ غرّہ ہلالیہ سے دو دن متقدم ہو یا پانچ روز موخر ہو۔ اسی کی دلیل سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کا محال ہونا بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کی دلیل کا انحصار بھی اسی اصول پر تھا۔

صحیح و معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصلِ قمرین حد رؤیت معتادہ[118] پر نہ تھا۔ آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ دقیقے باون ثانیے پر تھا۔ اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ درجے ستائیس ۲۷ دقیقے اکتیس ۳۱ ثانیے۔ فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے ۳۹ دقیقے تھا[119]۔ اور حسبِ قول متعارف اہلِ عمل، رؤیت کے لیے کم سے کم درجے سے زیادہ فاصلہ چاہیے حاشیہ شرح چغمینی للعلّامۃ عبد العلی البرجندی میں ہے:

المذکور فی الکتب المشھورۃ انہ ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرۃ اجزاء وقیل ینبغی ان یکون ما بین مغاربیھما عشرۃ اجزاء او اکثر حتّٰی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدا ثلثی ساعۃ او کثر والمشھور فی ھذا الزمان بین اھل العمل انہ ینبغی ان یتحقق الشرطان حَتّٰی تمکن الرویۃ ویسمون البعد الاوّل بعد السواء والبعد الثانی بعد المعدّل۔[120]

شرح زیج سُلطانی میں ہے:

"باید کہ بعد معدّل وہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان دو تقویم ایشان از وہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیر و ہلال مرئی نشود و

---

118 ۔ سُورج اور چاند کے درمیان فاصلہ اتنا تھا کہ اس سے عادۃً رؤیت ممکن نہ تھی۔

119 ۔ اس کا حسابی جدول یہ ہے:

ثانیے	دقیقے	درجے
۳۱	۲۷	۱۵
۵۲	۱۷	۶
۳۹	۹	۹

120 ۔ ترجمہ و تفہیم: مشہور کتابوں میں مذکور ہے کہ سُورج اور چاند کا تقویمی بعد دس اجزاء سے زائد ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے غروب کے درمیان دس یا اس سے زائد اجزا ہوں۔ یہاں تک کہ چاند زمین سے غروب شمس سے تیس ساعت بلند ہو اور اس زمانے میں اہلِ عمل کے درمیان مشہور یہ ہے کہ دونوں شرطیں پائی جائیں کہ رویت ممکن ہو اہلِ عمل بُعدِ اول کو بُعدِ سوا کہتے ہیں اور بُعد ثانی کو بُعدِ معدّل کہتے ہیں۔

متعارف دریں زمان ایں است۔“ [121]

جزئیاتِ موامرہ کی جدول یہ ہے

وتم	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
تج ورنـ	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
تج لوے الـ	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
حـ مـم	عرض حقیقی قمر شمالی
مقـ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الح قـ ح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
لتج به الرلا	تقویم مرئی قمر ....
تج مع لب	عرض مرئی قمر شمالی ....
آ ر	تعدیل الغروب ....
تج سولدلا	قمر معدل
رّسو صلح	مطالع نظیر جزءالشمس
رّسو لوو	مطالع نظیر جزء القمر المعدل
ما مه لح	بعد معدل .....
ط ط لط	بعد سوا ....
غیر متوقّع	حکم رویت ہلال .....

121 ۔زیج سُلطانی۔

تفہیم: چاہیے کہ بُعد معدّل دس یا اس سے زیادہ درجے ہوں اور سُورج اور چاند کی تقویم کے درمیان دس سے زیادہ درجے ہوں۔ جب تک دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند کی رویت ممکن نہیں۔ اس زمانہ میں یہی متعارف ہے۔

جب شب سہ شنبہ تک نیّرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا تو اُس سے دو ایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام یکشنّبہ کو قطعاً کئی درجے اُس سے غربی تھا اور غربِ شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا جب چاند حجلہ نشینِ مغرب[122] ہو چکا تھا۔ پھر رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی۔

غرض دلائلِ ساطعہ[123] سے ثابت ہے کہ اُس ماہِ مُبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی اور روزِ وفاتِ اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق وصواب وہی قولِ جمہور بمعنی مذکور ہے۔ یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور[124] تعبیر میں بارھویں کہ بحساب شمسی نہم خزیران ۹۴۳ روMی نو تینتالیس رومی اسکندرانی ہشتم[125] جون ۶۳۲ (چھ سو بتیس) عیسوی تھی۔

وَاللہ سُبْحٰنہ وَتَعَالیٰ اعلم فقط۔

122۔ چاند غروب ہو چکا تھا۔

123۔ چمک دار دلائل۔

124۔ جو وجہ ہم نے بیان کی ہے۔

125۔ یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے ۸/ جون اور اصلی حساب سے ۱۲ تھی۔ زیچ بہادر خانی سے بستم ۲۰ جون آتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "تحقیقاتِ سالِ مسیحی" میں واضح کیا۔ ۱۲ منہ غفرلہ (حاشیہ ۱۲۵ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے ہے)۔